RAHAT-UL-QULOOB
Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.rahatulquloob.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

برصغیر کانو آبادیاتی نظام اور فتاوی پر اس کے اثرات کا جائزہ

the effects of the colonialism on the Fatawa of subcontinent

AUTHORS
1. Ruqayya Bano, Lecturer in Islamic Studies, The Women University, Multan.
2. Dr. Kalsoom Paracha, Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The Women University Multan, Pakistan. Email: drkalsoom@wum.edu.pk

How to Cite: Pracha, Dr.Kalsoom, and Ruqayya Bano. 2022. "URDU: برصغیر کانو آبادیاتی نظام اور فتاوی پر اس کے اثرات کا جائزہ: The Effects of the Colonialism on the Fatawa of Subcontinent". *Rahat-Ul-Quloob* 6 (1), 165-87. https://doi.org/10.51411/rahat.6.1.2022/381.

URL: http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/381
Vol. 6, No.1 || Jan–Jun 2022 || URDU-Page. 165-187
Published online: 01-01-2022

QR. Code

برصغیر کانو آبادیاتی نظام اور فتاوی پر اس کے اثرات کا جائزہ

the effects of the colonialism on the Fatawa of subcontinent

[1] رقیہ بانو　[2] کلثوم پراچہ

ABSTRACT

The purpose of this article is to describe the effects of th colonialism on the Fatawa of subcontinent, the colonialism is a system of dictatorship that seeks to control the civilization, culture, religious and economics system of colonists .so the colonial system also had a profound effect on the religious and economics environment of subcontinent, the effect of these changes can also be seen in the fatawa. A Muslim state has a strong economics system that operates under the influence of Muslim government but as the political situation in the subcontinent changed ,so did the economics system that British brought to subcontinent ,This situation raised many questions in minds of the Muslim people of sub-continent then muftis answered these questions in the light of shariah sources, After the freedom of subcontinent the effects of colonialism are present in Pakistan,The fatawa of subcontinent are as use full in Pakistan as they were in colonial period.

Keywords: Colonialism, subcontinent, Fatwa, Muslim state.

نو آبادیاتی نظام "colonialism" کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ لفظ لاطینی زبان کے لفظ colonus سے نکلا ہے۔ جس کے معنی farmer یعنی "کھیت" یا بستی کے ہیں۔[1] اس کے اصطلاحی معنی استعماریت بیان کیے گئے ہیں:

"colonialism is a form of domination,the control by individuals or groups over the territory and /or behavior of other individual or groups."[2]

نو آبادی نظام تسلط کی ایسی شکل ہے جس میں افراد یا گروہوں کے ذریعے دوسرے افراد یا گروہوں اور علاقوں کے طرز عمل کو اپنے ماتحت کیا جاتا ہے۔

نو آبادیات کے تین بنیادی مقاصد بیان کیے جاتے ہیں:

1: کسی بھی گروہ یا افراد کے طرز عمل کو تسلط سے کنٹرول کرنا۔

2: یہ استحصال معاشی بھی ہو سکتا ہے اور ثقافتی بھی۔

3: استعماریت کا تعلق طاقت کے ساتھ ہے۔[3]

نو آبادیت کا آغاز پندرہویں صدی عیسوی سے ہوا جب پرتگالیوں نے 1415ء میں سیوٹا اور مراکش کو فتح کیا بعد ازں اسپین نے امریکہ دریافت کیا ، پرتگالیوں اور ہسپانویوں نے1494ء میں معاہدہ ٹور ڈیسلاس کے تحت امریکہ میں نو آبادیاتی تسلط حاصل کیا[4]، یہ نو آبادیات کی پہلی لہر تھی جس میں اسپین، پرتگال شامل تھے۔ اٹھاریوں صدی کے وسط میں امریکہ نے اس میٹروپول سے آزادی حاصل کی، اس کے بعد برطانیہ اور ہالینڈ وغیرہ نے اپنی توجہ کارخ ایشیا کی طرف کر لیا۔ دوسری نو آبادیاتی لہر کا آغاز سترہویں صدی میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی

کی ایشیا میں آمد سے ہوا، ایشیا پر تسلط میں فرانس، پرتگال اور ہالینڈ بھی شامل تھے، نو آبادیات کی تیسری لہر کا آغاز انیسویں صدی میں ہوا جسے جدید سامراج کے دور سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس دور میں West African conference of Berlin 1884ء-1885ء میں یورپ نے افریقہ کے علاقوں کو آپس میں تقسیم کر لیا اور افریقہ کے اکثر علاقے برطانیہ، پرتگال، اٹلی، جرمنی، فرانس اور بلیجیم کے زیر اثر آ گئے۔

نو آبادیات کی یہ تینوں لہریں اپنے مختلف مقاصد لے کر نو آبادیاتی علاقوں میں داخل ہوئیں:

1: پہلی لہر کا مقصد نئی آمدنی کی تلاش اور یورپی جاگیرداری کو برقرار رکھنے کے لیے نئی دنیا کو تلاش کرنا تھا۔

2: دوسری لہر میں یورپ کی صنعتی ترقی اور سرمایہ دارانہ نظام کی طرف توجہ دی گئی۔

3: تیسری لہر نے پوری دنیا میں نئی تجارتی منڈیوں اور خام مال کے حصول کے لیے مختلف علاقوں کا استحصال کیا۔[5]

نو آبادیات یا استعماریت کا مطمع نظر صرف تجارتی فوائد کا حصول قرار نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ انگریزوں نے اپنی کتب میں خود مختلف ایسے مقاصد کا اظہار کیا ہے جس کے تحت انہوں نے نو آبادیاتی علاقے قائم کیے، اور مختلف انگریز مفکرین نے نو آبادیات کی تعریف میں مشنری جذبے کو بھی شامل کیا ہے۔[6] نو آبادیاتی نظام کی تاریخ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انگریز تجارت کی غرض سے برصغیر آئے اور نو آباد کار بستیوں کے رہنے والوں کو پسماندہ اور جاہل قرار دے کر وہاں کی سیاست، معیشت اور مذہبی تعلیم پر اپنا تسلط جما لیا، مقامی آبادی کی تہذیب و ثقافت کو رد کر کے اپنی تہذیب کو فروغ دینے کے ہتھکنڈے شروع کر دیئے۔

ہمفرے جو ایک برطانوی جاسوس تھا نے اپنی ڈائری[7] میں نو آبادی حکمرانوں کو خاص طور پر دو باتوں کی طرف توجہ دلائی:

☆ ایسی تدابیر اختیار کریں جو کہ سلطنت کی نو آبادیوں میں اس کے عمل دخل اور قبضے کو مستحکم کریں۔

☆ ایسے پروگرام مرتب کریں ان علاقوں میں ہمارا اثر و رسوخ قائم ہو جو ابھی ہمارے نو آبادتی نظام کا شکار نہیں ہوئے ہیں۔[8]

حکومت برطانیہ کے نو آبادیاتی ہتھکنڈے بذات خود بہت جاندار تھے لیکن مذہب اسلام کے بارے میں وہ خدشات اور عدم اطمینان کا شکار تھے۔"[9]

انگریزوں کو صرف اسلام سے ہی خطرہ تھا اس لیے انہوں نے اپنی نو آبادیاتی منصوبوں میں پادریوں اور مشنری رضاکاروں کو بھی شامل کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ نو آبادیاتی علاقوں میں تبلیغ کے ذریعے عیسائیوں کو صلیب کے جھنڈے کے نیچے جمع کریں اور مسلمانوں کے عقائد میں رخنہ اندازی کر کے مسلمانوں کے تشخص کو ختم کر کے اپنے اندر ضم کر لیں، اس مقصد کے لیے بعض اوقات پادری بھیس بدل کر جاسوس کی صورت میں نو آبادیاتی علاقوں میں داخل ہوتے ان کی زبان اور مذہب کے متعلق معلومات حاصل کرتے۔ اس طرح معاشرے کے کمزور پہلوؤں کا جائزہ لے کر معاشرتی بنیادوں کو کمزور کر کے با آسانی وہاں قابض ہو جاتے۔

برصغیر پاک و ہند میں نو آبادیات کے اثرات

برصغیر پاک و ہند میں اسلام پہلی صدی ہجری میں ہی پہنچ گیا۔ لیکن اسلامی حکومت کی بنیاد محمود غزنوی[10] نے رکھی بعد ازیں مختلف خاندان، خلجی، تغلق، غلاماں وغیرہ برصغیر پر حکومت کرتے رہے یہاں تک کہ زمام حکومت مغلوں کے ہاتھوں میں آ گئی، ان میں سے بعض

بادشاہ تدبیر سیاست اور اسلامی اصولوں سے مکمل آگاہ تھے اس لیے تمکن و تدبر سے حکومت کرتے رہے ان میں ظہیر الدین بابر[11]، ہمایوں، جہانگیر[12] اور اورنگ زیب عالمگیر 1707ء[13] کے نام قابل ذکر ہیں۔

انگریز جس وقت برصغیر میں داخل ہوا اس وقت سلطنت ہندوستان پر جہانگیر متمکن تھا، انگریزوں نے جہانگیر سے سورت میں تجارتی کوٹھیاں قائم کرنے کی اجازت طلب کی، جہانگیر نے 1607ء میں انہیں اس کی اجازت دے دی، تجارتی طور پر انگریزوں نے برصغیر میں سترہویں صدی عیسوی میں ہی استحکام حاصل کر لیا، لیکن سیاسی طور پر اٹھارویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں اپنی راج دہانی قائم کرنے میں کامیاب ہوئے، انہوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی مدد سے بنگال کے حکمران نواب سراج الدولہ کو جنگ پلاسی 1757ء میں شکست دے کر بنگال پر تسلط قائم کر لیا، اور میسور میں ٹیپو سلطان کو 1799ء میں شہید کر کے میسور پر قابض ہو گئے بعد ازاں روہیل، کھنڈ اور دہلی پر بھی قبضہ کر لیا اور مغل بادشاہ شاہ عالم ایک کٹ پتی بادشاہ بن گیا اور حقیقی معنوں میں اختیار انگریزوں سے پاس منتقل ہو گیا۔ اور انگریزوں نے برصغیر میں نو آبادیاتی نظام قائم کر دیا۔ برصغیر میں آخری بااثر بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر بعد جتنے بھی بادشاہ آئے سب نااہل اور تعیش پسند تھے، ان بادشاہوں نے حرص جاہ و حشمت، نااہلی، تعیش پسند، اندوری اختلافات اور بیرونی مخالفت کی سبب جلد ہی تخت شاہی کو کمزور کر دیا، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے یہ صرف شخصی خامیاں یا کمزوریاں نہیں تھیں، بلکہ بیرونی سازشوں اور دخل اندازیوں نے بھی حکومت کو جڑ سے اکھاڑنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ انگریزوں کے لیے برصغیر کا ماحول بہت ساز گار ثابت ہوا کیونکہ برصغیر وہ علاقہ ہے جہاں اسلام عجمیت سے متاثر ہو کر داخل ہوا تھا اس میں مزید ملاوٹ اس وقت ہوئی جب بعض ہندو اور غیر مسلم اسلام میں داخل ہوئے ان کی تہذیب و تربیت کے لیے مناسب ماحول میسر نہ آنے کی وجہ سے ان کے اندر اپنے دین کی بدعات و رسومات باقی رہیں اور برصغیر میں اسلام عجمیت اور ہندو ازم کا مرکب بن کر رہ گیا تھا۔

انگریز کی تعلیمی پالیسی

ایسٹ انڈیا کمپنی سترھویں صدی کے آغاز میں ہندوستان آئی لیکن اس نے ہندوستان کی تعلیم میں تبدیلی کے لیے کسی قسم کے اقدامات نہ کیے بنیادی طور پر وہ ایک تجارتی کمپنی تھی ہندوستان کی تعلیم کی طرف کمپنی کی توجہ چارٹر ایکٹ 1698ء کے ذریعے کروائی گئی جب اسے اپنی چھاونیوں میں پادریوں اور اسکولوں کے قیام کرنے کی ہدایت کی گئی لیکن یہ تعلیم صرف انگریز ملازموں کے بچوں کے لیے تھی جب انیسویں صدی میں برصغیر میں برطانویوں کے قدم مضبوط ہو گئے تو انہوں نے ہندوستان کی تعلیم میں اصلاح کی کوششیں شروع کر دیں اور 1813ء کے چارٹر ایکٹ کے ذریعے ہندستان کی تعلیم کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ شروع سے ہی انگریزوں کی یہی خواہش تھی کہ انگریزی زبان ذریعہ تعلیم ہو چنانچہ وائسرائے لارڈ میکالے نے 1835ء میں ایک اجلاس کے ذریعے انگریزی تعلیم کی منظوری دی اور 1837ء میں دفتروں کی زبان بھی فارسی سے انگریزی میں بدل دی گئی، اور انگریزی تعلیم کو ملازمت کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔[14] اور انگریزی تعلیم کو نوکری کے لیے لازم کر دیا گویا انگریزوں نے یک جنبش قلم مسلمانوں کی 90٪ آبادی کو ناخواندہ قرار دے دیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کا پہلا قدم ذریعہ تعلیم کی تبدیلی اور دوسرا اقدم طریقہ تعلیم میں تبدیلی تھی چنانچہ 1854ء کے ایکٹ میں یہ طے پایا کہ تعلیم مغربی و سائنسی ہو[15]۔ انگریز کا بنیادی مقصد عربی نظام تعلیم کو ختم کر کے انگریزی تعلیم کا اجراء تھا اس ہتھکنڈے سے نو آبادیاتی سامراجیت

نے برصغیر کو بہت جلد اپنے پنجوں میں جکڑ لیا، اور پہلے مسلمانوں کو ان کی اخلاقی کمزوریوں کی بدولت اقتدار سے محروم کیا پھر دینی تعلیم پر پابندی لگا کر اور معاشی خود کفالت سے علیحدہ کر کے انہیں بھوک و افلاس کے حوالے کر دیا۔ انگریز کی تعلیمی پالیسی دو مقاصد کی عکاس تھی:

☆ انگریزی تعلیم کا اجراء اور اسے سرکاری نوکریوں کے لیے لازم قرار دینا۔

☆ عربی و فارسی کے مدارس و جامعات کے اوقاف ضبط کر لینا۔

فارسی زبان جو اسلامی حکومت کے آٹھ سو سالہ دور میں سرکاری زبان تھی اس کو ختم کر دیا گیا، مدارس میں فارسی تعلیم پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اس کا ایک نتیجہ یہ نکلا مسلمان اپنے دینی ورثے سے محروم ہو گئے، اس طرح جو مدرسین فارسی و عربی کے ماہر تھے وہ بے روزگار ہو گئے کیونکہ وہ انگریزی تعلیم سے نابلد تھے۔ اور معاش کی خواہش نے نہ چاہتے ہوئے بھی انہیں انگریزی پڑھنے اور سیکھنے پر مجبور کر دیا۔ انگریزی تعلیم کے رائج قانون نے بنسبت ہندوؤں کے مسلمانوں کو زیادہ متاثر کیا کیونکہ ہندو زیادہ تر کاروبار کرتے تھے اور مسلمان چونکہ یہاں کے رہنے والے نہ تھے ملازمت پیشہ تھے، جب سرکاری نوکری کے لیے انگریزی زبان لازم کی گئی تو سب سے زیادہ مسلمان بے روزگار ہوئے۔

سید ابو اعلی مودودیؒ[16] لکھتے ہیں: سیاسی اقتدار سے محرومی کے بعد مسلمانوں میں جاہ و عزت کی بھوک پیدا ہوئی اور معاشی وسائل سے محروم ہونے کے بعد روٹی کی بھوک ان دونوں چیزوں کے حصول کا دروازہ صرف ایک ہی رکھا گیا اور وہ مغربی تعلیم کا دروازہ تھا، روٹی اور عزت کے بھوکے لاکھوں کی تعداد میں ادھر کی طرف لپکے۔[17]

ان اقدامات سے جہاں اسلامی تعلیم کی اہمیت کم ہو گئی وہاں اسلامی نظام تعلیم کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے اس کے فروغ کے دوسرے راستے بھی بند کر دیئے گئے، اسلامی دورِ حکومت میں مسلمانوں کا نظام تعلیم حکومتی تسلط سے آزاد تھا ان کے اپنے اوقاف تھے جو ان مدارس کی سرپرستی کرتے تھے انگریز حکومت نے اوقاف کی آمدنیوں اور خراجی زمینوں کو بحق سرکار ضبط کر لیا۔[18] اس بات کا تذکرہ ڈاکٹر ہنٹر نے اس انداز میں کیا ہے:

they charge us with deliberate malversation of their religious foundations, and with misappropriation on the largest scale of their educational funds. Besides these specific counts, which they believe susceptible of proof.[19]

مسلمان ہم پر اپنی مذہبی بنیادوں کی خرابی کا الزام عائد کرتے ہیں اس کا ان کے پاس سب سے حساس ثبوت ان کے تعلیمی اوقاف بڑے پیمانے پر غلط استعمال (ضبطی) ہے۔

انگریزوں کا اصل مقصد عربی زبان کے پھیلاؤ کو محدود کرنا تھا تاکہ مسلمان اپنے اسلامی ورثہ سے آگاہ نہ ہو سکیں جتنا وہ دین سے دور ہوں گے اتنی ہی ان کی یورپی تربیت آسان ہو گی۔ ہمفرے نے بھی اس کا بات اعتراف کیا ہے کہ عربی کو ختم کرنا بھی ان کے مقاصد میں سے ایک تھا: "غیر عرب مسلم ممالک میں عربی زبان و ثقافت کے پھیلاؤ کو روکنا اس کی بجائے سنسکرت، فارسی، پشتو، اردو اور قومی زبانوں کو ان کی سرزمینوں پر رائج کرنا تاکہ قومی زبانیں فروغ پا کر عربی زبان بولنے والے قبائل میں اتر آئیں، اور فصیح عربی زبان کی جگہ اختیار کر لیں اس طرح مسلمانوں کا قرآن و سنت سے رشتہ ٹوٹ جائے گا۔"[20]

انگریز کی یہ تعلیمی پالیسی برصغیر کے معاشرے کے دو پہلوؤں پر بہت اثر پزید ہوئی ایک تو وہاں کی عوام کو معاشی طور پر کمزور کر دیا گیا دوسرا ان کی زبان و بیان سے ان کا رشتہ توڑ دیا گیا تاکہ وہ خالص اسلامی تہذیب سے دور ہو جائیں۔

برطانوی تہذیب و ثقافت کا اجراء

انگریزوں نے سیاسی و اقتصادی قوت سے مختلف ملکوں میں نئی بستیاں تو بسالیں لیکن مفتوح قوموں کیلئے ان کا فلسفہ اقتصاد و سیاست کسی کام کا نہ تھا انہوں نے مفتوح قوم کو مرعوب کرنے اور اپنی سامراجیت کے دفاع کیلئے ایک تہذیبی نظریہ پیش کیا جس کی رو سے قومیں فنا اور تہذیبی ارتقاء سے گزرتی رہتی ہیں، مغربی تہذیب ہی انسان کیلئے منزل مقصود ہے پہلی تہذیبیں ناقص تھیں جو کہ جاہلی تعصب و قتل وغارت گری پر مشتمل تھیں اس لیے انگریز اپنی مغربی تہذیب کا موازنہ دوسری تہذیبوں بالخصوص اسلام سے کرتے ہیں اور ہمیشہ احساس برتری کا شکار رہتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بھی تہذیب و ثقافت مغربی تہذیب کا مقابلہ نہیں کر سکتی وہ مغربی تہذیب و ثقافت کو ایک کسوٹی قرار دیتے ہیں جس پر پرکھ کر کسی بھی مذہب و علاقے کی تہذیب و ثقافت کو رد کیا جاسکتا ہے، چنانچہ نو آبادیاتی علاقوں کے تہذیب و ثقافت کو غیر عقلی اور غیر انسانی قرار دے کر نو آبادیاتی سامراج نے آسانی سے حکومت قائم کرلی اور ہندوستان میں صدیوں سے رائج تہذیب و ثقافت کو ترقی کی راہ میں حائل قرار دے کر رد کر دیا اور اپنی ہندوستان کے مقامی کلچر میں دخل اندازی شروع کر دی اور اس مقصد کے لیے انہوں نے مستشرقین[21] کو استعمال کیا۔

ڈاکٹر طاہر کامران نے لکھا ہے انگریزوں نے استشراق کے ذریعے برصغیر کی تہذیب و ثقافت اور رسوم و رواج کی نئی توضیح کی اور برصغیر کی تاریخ کو از سر نو مرتب کیا۔ اصل حالات و واقعات کو بالکل بدل کر رکھ دیا ان ہتھکنڈوں سے انہوں نے مقامی کلچر میں دخل اندازی شروع کر دی۔[22]

اس سے معلوم ہوتا ہے نو آبادیاتی حکمرانوں کا نظریہ تہذیبی اصل میں استعماری طاقت کو برقرار رکھنے اور اپنے آپ کو سپر پاور قرار دینے کا ایک راستہ ہے وہ اپنی سوچ کو سائنسی و معروضی قرار دیتے ہیں اور دوسری تہذیبیں جو بقول ان کے غیر سائنسی و غیر معروضی ہیں ان کی ماتحت ہیں۔ اسلامی اخلاقیات کو محض جاہلی رسوم قرار دے دیا گیا۔

یہ تہذیبی تصادم ہندوستان کے عوام کے ایک طبقہ پر اتنا اثر پزید ہوا کہ انہیں اپنے مذہب کے بعض عقائد توہمات اور مافوق الفطرت نظر آنے لگے انہوں ان نظریات کو رد تو نہ کیا لیکن ان کی سائنسی تاویلات و تشریحات کرنے لگے، اپنی تہذیب و ثقافت انہیں جاہلی اور امیچور نظر آنے لگی اور وہ مغربی تہذیب و ثقافت کو اپنا کر ان کے قدم بقدم چلنے لگے گویا ہندوستان میں نظام تعلیم کی تبدیلی کے بعد یہ سامراجی حکمرانوں کی بہت بڑی کامیابی تھی۔

فرقہ واریت کی سرپرستی

اسلامی معاشرے کے ستونوں کو کمزور اور قدیم قرار دینے سے اسلام کی حقانیت مشکوک ہو گئی کئی ایسے افراد اٹھ کھڑے ہوئے جنہوں نے نئے سرے سے دین کی بنیاد رکھنے کیلئے محدث و مجدد بعد ازاں پیغمبری تک کے دعوے شروع کر دیئے[23] تاکہ وہ اپنی سوچ میں ایک قدیم و جامد مذہب کو ختم کر کے ایک ایسے مذہب کی بنیاد رکھیں جو دور حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔ اگر ہندوستانی تاریخ پر نظر ثانی کریں

تو معلوم ہو گا اسلامی عہد حکومت کے آٹھ سو سال میں برصغیر میں نئے فرائق و مسالک کے اتنے نظریات سامنے نہیں آئے جتنے غلامی کے اس دو سو سال کے دوران ظاہر ہوئے۔ اختلافات و تعصب کی معاندانہ فضا پیدا کرنے میں ان یورپی اقوام و سامراجی حکمرانوں کا بہت عمل دخل تھا۔

ہمفرے اس مقصد کا دیدہ دلیری سے اعتراف کرتا ہے: وہ لکھتا ہے کہ اسے نو آبادیاتی وزارتوں نے ایک کتاب دی جس میں مسلمانوں کو کمزور کرنے کے بہت سے ضوابط تحریر تھے اسی میں سے ایک ضابطہ نقل کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے: "ایسے افکار کی ترویج جو قومی، نسلی اور قبائلی تعصب کو ہوا دیں اور انہیں دیگر ادیان اور ثقافت کی طرف شدت سے مائل کریں۔۔۔۔ بدگمانی اور سوء تفاہم کے ذریعے شیعہ اور سنیوں میں باہم اختلاف پیدا کرنا اور دونوں گروہوں کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف اہانت امیز اور تہمت انگیز باتیں لکھنا اور نفاق و تفرقہ کے اس سود مند پروگرام کو روبہ عمل لانے کے لیے بھاری اخراجات کی پروانہ کرنا۔"[24]

مسلکی تعصب و اختلافات کو ہوا دے کر بھی تصور امت کو تاراج کیا گیا، اس سے بین المسلمین محبت و اخوت کمزور ہو گئی اور شخصیت پرستی رواج پا گئی۔ اور اسلام میں ہی نئے گمراہ کن مذاہب ظہور میں آنے لگے۔

ہمفرے کو وزارتی عہدہ داروں نے باور کروایا: "جعلی مذاہب کی ترغیب و ترویج کا دائرہ صرف شیعہ تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ اہل سنن کے تمام فرقوں میں اس قسم کے مذاہب کو ترویج دیا جائے، پھر ان میں اختلافات کو ہوا دے کر نفرت کا بیج بویا جائے کہ ان کا ہر فرقہ اپنے آپ کو سچا مسلمان سمجھے اور دوسرے کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دے۔"[25]

اس لیے برصغیر میں مسالک و مکاتب کی خلیج نمو پزید ہوئی، اہل سنت والجماعت کے ہی مختلف مکاتب فکر ایک دوسرے کے تعصب میں بڑے مسائل کو نظر انداز کر کے فقہی جزئیات پر ہی ایک دوسرے سے الجھنے لگے، مناظروں، کتب الرد اور رد علی الرد کے ذریعے مخالف مکاتب فکر کو نہ صرف نیچا دکھانے میں لگ گئے بلکہ بعض تحریرات اتنی متشدد ہوتیں کہ عوام انہیں پڑھ کر اشتعال میں آجاتے اور یوں نت نئے فتنے و فسادات برپا ہونے لگے۔

مشنری سرگرمیاں

برصغیر میں نو آبادیات قائم کرنے کی وجہ صرف معاشی و سیاسی استحصال نہ تھا بلکہ عیسائیوں کی طویل عرصہ کی اسلام دشمنی اور تمام دنیا کو عیسائی جھنڈے کے نیچے جمع کرنے کے محرک بھی کار فرما تھے، صلیبی جنگوں[26] میں شکست کے بعد سے وہ مسلم دنیا کو زیر کر کے اپنے ماتحت کرنا چاہ رہے تھے، اس لیے انگریزوں کی برصغیر میں آمد کے ساتھ ہی مشنری جماعتوں کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں مغربی مسیحیوں نے انڈیا میں تبلیغ کے لیے volunteers تیار کرنا شروع کر دیئے اور اس کے لیے پالیسیاں اور حکمت عملی بھی تیار کر لیں۔ ہمفرے لکھتا ہے:

"حقیقتا مشرق سے مغرب تک پھیلاؤ رکھنے والے عظیم و تناور درخت کی جڑوں کو کاٹنا آسان نہیں، پھر بھی ہمیں ہر قیمت پر ان دشواریوں کا سامنا کرنا ہے، کیونکہ عیسائی مذہب اس وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب ساری دنیا میں اس کا قبضہ ہو جائے، حضرت عیسیٰ نے اپنے سچے پیروکاروں کو اس کی بشارت دی ہے، حضرت محمد ﷺ کی کامیابی اس تاریخی اور اجتماعی حالات سے وابستہ تھی جو اس دور کا تقاضا تھا، ایران و روم سے وابستہ مشرق و مغرب کی سلطنتوں کا انحطاط بہت کم عرصے میں حضرت محمد ﷺ کی کامیابی کا سبب بنا، مگر اب حالات بالکل مختلف ہو چکے ہیں

اور مسلمان ممالک بہت تیزی سے زوال پزید ہیں، اس کے مقابلے میں عیسائی روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن ہیں، اب وقت آگیا ہے کہ عیسائی مسلمانوں سے اپنا بدلہ لیں اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کریں۔[27]

بہت سے مسیحی مبلغین انڈیا آگئے جہاں انہیں حکومتی طور پر مشنری سرگرمیوں کی اجازت تھی، وہ کھلے عام تبلیغ کرتے، اور لوگوں کو مسیحیت میں داخل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے اور کچھ لوگ ان کے دام فریب میں آ ہی جاتے۔ سرسید لکھتے ہیں: "گورنمنٹ نے پادری صاحبان کو ہندوستان میں مقرر کیا ہے پادری صاحبان گورنمنٹ سے تنخواہ لیتے ہیں گورنمنٹ اور حکام انگریزی ولایت جو اس ملک میں نوکر ہیں وہ پادری صاحبان کو بہت سا روپیہ واسطے خرچ کے اور کتابیں بانٹنے کو دیتے ہیں ہر طرح سے ان کے مدد و معاون ہیں، اکثر حکام اور افسران فوج نے اپنے تابعین سے مذہب کی گفتگو شروع کی تھی، بعض صاحب اپنے ملازمین کو حکم دیتے ہماری کوٹھی میں آکر پادری صاحبان کا واعظ سنو ۔۔۔۔ پادری صاحبوں کے وعظ نے نئی شکل اختیار کی تکرار مذہب کی کتابوں کو سوالا جوابا چھاپنی اور تقسیم کرنا شروع کردیں۔"[28]

انہیں امید تھی کہ جلد ہی مسلمان بھی عیسائی ہونا شروع ہو جائیں گے۔[29] نوآبادیاتی دور کی یہ مشنری پالیسی اگرچہ اثر انداز ضرور ہوئی مگر اس درجہ تک نہ پہنچی جس کی انگریز حکومت کو توقع تھی کیونکہ ان مغربی مسیحی پادریوں کے بالمقابل بہت سے جید علماء موجود تھے جو مذہب اسلامی کے خلاف پھیلتے شکوک وشبہات کو دور کرتے رہتے تھے اور مسیحی پادریوں سے مناظرے کرتے اور ان کے مقابل کتب و رسائل تحریر کرتے اور عوامی اصلاح کے لیے کوشاں رہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی معاشی حکمت عملی

ایسٹ انڈیا کمپنی کی برصغیر آمد کے بعد جب اسے یہاں تجارتی کوٹھیاں بنانے کی اجازت ملی تو اس نے اپنی معاشی پالیسی پر غور کیا، کیونکہ اس وقت صنعت و حرفت میں ایشیاء یورپ سے بہت آگے تھا، نوآبادیاتی مقاصد میں پہلا مقصد ہی یہی ہے کہ نوآبادکادیاتی باشندوں کی معیشت میں خام مال پر قبضہ کرو، چنانچہ 1757ء میں جنگ پلاسی میں نواب سراج الدولہ کی شکست کے بعد انگریزوں نے بنگال کے کئی نواب مقرر کیے ہر ایک سے رشوت لی یہاں تک اس رشوت سے نواب معاشی بدحالی کا شکار ہو کر نوابی کھو بیٹھتے، 1769-1770ء میں جب بنگال میں قحط آیا تو انگریزوں نے چاول کی قیمت کئی گنا بڑھا کر منافع کمایا، ہندوستان کے دوہزار سال میں صرف 17 دفعہ قحط پڑا لیکن برطانیہ کے 120 سالہ دور میں 34 دفعہ قحط پڑا۔ برطانیہ کی تجارتی دنیا میں حیرت انگیز انقلاب برپا ہو گیا اور ان کی تجارت وصنعت مضبوط ہوگئی۔[30]

"It is no feeble proof of extension of which our trade with India is capable, that since the partial opening of it with that country in 1815 the whole number of exports has been increased from £2,559000 in 1815 to £ 4,800,000 in 1822 and of the immense increase which may be expected in our export of manufactured goods and especially of manufactured cottons." [31]

ترجمہ: ہندوستان کے ساتھ ہماری تجارت اس قابل ہے کہ 1815ء سے جس ملک کی برآمدات 25559000 ڈالر تھی 1822ء تک وہ بڑھ کر 4800000 ڈالر ہوگئی، ہمارے تیار شدہ سامان اور خاص طور پر کاٹن کی برآمدات میں مزید اضافہ کی توقع کی جاسکتی ہے۔

ہندوستانی صنعت کو تباہ وبرباد کر دیا گیا ان کی صنعتوں پر پابندی لگادی گئی، کسانوں کی آمدنی پر 40 فیصد سے بڑھا کر ٹیکس ساٹھ فیصد کر

دیا گیا یہاں تک کہ ہندوستان ایک خالص زرعی ملک بن کر رہ گیا اس کی صنعت زوال پزید ہو گئی۔
The "moneyocracy" shut out India's finished textiles from British markets.[32]
انگریزوں کے اس تجارتی استحصال کو نک روبنس نے اپنی کتاب " The Corporation that Changed the World "
میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ایک بہت بڑی کامیابی قرار دیا ہے جس کی بدولت دولت مشرق سے مغرب میں منتقل ہو گئی وہ لکھتا ہے:

"ایسٹ انڈیا کمپنی نے دنیا کی معاشی تاریخ کو بدل دیا، صدیوں سے دولت کا بہاؤ مغرب سے مشرق کی طرف تھا، رومن دور سے ہی یورپ تجارت میں ایشیا کا محتاج تھا، وہ مسالے، کپڑے اور قیمتی اشیا کے بدلے ایشیاء کو سونا اور چاندی ادا کرتا تھا، یورپ تجارت کے لیے ایشیا کی چیزوں کی نفاست اور دولت کی طرف متوجہ ہوتا، یورپی اقتصادیات ایشیا کے مقابلے میں بہت کم تھی، انگلینڈ کے پاس ایسا کچھ نہ تھا جسے خریدنا ایشیا پسند کرتا۔ لیکن جنگ پلاسی کے بعد سے یورپ کی حالت تبدیل ہونا شروع ہوئی اور اس کی تجارت ایشاء اور چین سے دوگنی ہو گئی تھی۔"[33]

انگریزوں کی معاشی پالیسی نے مسلم حکومت کا خاتمہ کر دیا اور اس نے مقامی باشندوں میں ملازمت کا نظام رائج کیا اور سود کو ملک میں رواج دیا ایسی بنیکاری کے نظام کو فروغ دیا جو سودی معیشت پر مبنی تھی، نظریاتی، معاشی و معاشرتی کشمکش کی اس صورتحال میں 1857ء میں جب ہندوستان کے چونیتس جید علماء نے انگریز حکومت کے خلاف جہاد کا فتوی دیا تو انگریزوں نے قاضی عدالتیں ختم کر دیں اور 1864ء میں مسلم پرسنل لاء کی بنیاد رکھی[34]۔ اس پس منظر میں عرب و عجم میں فتوی نویسی کا عمل تیزی سے پروان چڑھا اور اس وقت برصغیر میں بھی انفرادی فتاوی نے فروغ حاصل کیا۔ مسلمان جو 800 سو سال اقتدار میں رہے تھے معاشی طور پر انتہائی مضبوط تھے جبکہ انگریزوں نے غیر اسلامی معاشی نظام (سرمایہ داری) لاکر برصغیر کی ساری دولت برطانیہ میں کھینچ لی معاشی انقلاب سے مسلمانوں میں نہ صرف اضطراب پیدا ہوا بلکہ بہت سی معاشی پالیسیاں ایسی تھیں جو مسلم فکر کے مقابل نئی اور جدید تھیں۔ اس صورتحال میں مسلم امت کے ذہنوں میں کئی شرعی سوالات نے جنم لیا ان سوالوں کے شافی جوابات فتاویِ[35] برصغیر میں ملتے ہیں۔ کچھ ایسے فتاوی جو برصغیر کے نمائندہ فتاوی رہے ہیں درج ذیل ہیں:

1. فتاوی قادریہ از عبد القادر لدھیانوی (م1859ء)
2. مجموعۃ الفتاوی از مولانا عبد الحئ لکھنوی (م1886ء)
3. مجموعہ آگرہ از نواب صدیق حسن خان بن اولاد حسن (م1890ء)
4. فتاوی رشیدیہ از رشید احمد بن ہدایت اللہ گنگوہی (م1905ء)
5. فتاوی مولانا شمس الحق عظیم آبادی (م1911ء)
6. فتاوی رضویہ از مولانا احمد رضا خان بریلوی (م1921ء)
7. فتاوی خلیلیہ المعروف فتاوی مظاہر العلوم از مفتی خلیل احمد بن مجید علی (م1927ء)
8. فتاوی دار العلوم دیوبند المعروف عزیز الفتاوی از عزیز الرحمن عثمانی (م1928ء)
9. امداد الفتاوی از مولانا اشرف علی تھانوی (م1943ء)

10. امداد الفتاوی از مولانا اشرف علی تھانوی (م 1943ء)
11. فتاوی حامدیہ از حامد رضا خان (م 1943ء)
12. فتاوی ثنائیہ از مولانا ثناء اللہ امر تسر (م 1948ء)
13. فتاوی اہل حدیث از حافظ عبد اللہ (م 1948ء)
14. کفایت المفتی از مولانا کفایت اللہ (م 1953ء)
15. فتاوی سلفیہ از مولانا محمد اسماعیل (م 1968ء)
16. فتاوی نعیمیہ از احمد یار خان نعیمی (م 1971ء)
17. فتاوی محمود از مفتی محمود (م 1980ء)

یہ تمام فتاوی تقریباہندوستان کے نمائندہ فتاوی ہیں اور برصغیر پاک وہند کے اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے بھی نمائندہ ہیں، ان فتاوی میں تقریباان سارے مسائل پر بحوث موجود ہیں جو ہندوستان کے مسلمانوں کو ریاست کی بدلتی ہوئی حالت کے تناظر میں ضرورت تھیں۔

آمدہ تحریر میں برصغیر کے نو آبادیاتی دور ک نمائندہ فتاوی کی روشنی میں چند اہم مسائل کا زکر کیا جارہاہے جو نو آبادیاتی نظام کی وجہ سے منظر عام پر آئے۔

نو آبادیاتی دور میں برصغیر کی شرعی حیثیت

برصغیر پاک وہند میں نو آبادیاتی نظام کے قیام کے بعد جب انگریزی ثقافت و حکومت مسلط ہو گئی اورامت مسلمہ کا تصور جو خلافت سے متصل ہے ختم ہو گیا کیونکہ خلافت نام ہے اقتدار اعلی کے قانون کے نفاذ کا۔ قانون کے نفاذ کے حوالے سے اسلامی تناظر میں دنیا میں دو طرح کی ریاستیں ہیں۔

☆ دار الاسلام: مسلم حکومت والے ممالک دار الاسلام کہلاتے ہیں شرعی اصطلاح میں دارالاسلام کی تعریف یہ ہے:

"دار الاسلام: البلاد التي غلب فيها المسلمون وكانوا فيها آمنين يحكمون بأنظمة الاسلام Islamic Country"[36]

"ایسا ملک جہاں مسلمان غالب اکثریت میں ہوں اور امن سے رہتے ہیں اور وہاں مسلم حکومت قائم ہو۔"

☆ دار الکفر: اس کا لفظی مطلب تو کفر کا گھر ہے اور شرعی اصطلاح میں اس کی تعریف جو بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے:

دار الكفر: البلاد التي يكون فيها المسلمون قلة والحكم فيها بغير أنظمة الاسلام... Non – Islamic country[37]

"دار الکفر وہ ملک ہے جہاں مسلمان قلت میں ہوں اور اس میں مسلمانوں کا نظام قائم نہ ہو۔"

ویسے تو دار الکفر میں مسلمان قلت میں ہوتے ہیں لیکن اگر کسی علاقہ میں مسلمان کثرت میں بھی موجود ہوں اور وہاں اسلامی حکومت موجود نہ ہو تو وہ دار کفر ہی ہے, دار کفر امن اور عدم امن کے لحاظ سے دو طرح کی ریاستوں پر تقسیم ہوتے ہیں:

1: امن کے لحاظ سے دار کفر کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

☆ دار العہد: غیر مسلموں کا وہ ملک جن کا مسلمانوں کے ساتھ امن کا معاہدہ ہو: دار العهد: أراضي الدولة الكافرة التي ارتبطت بمعاهدات عدم اعتداء مع المسلمين...Country Iinked in a peace trealy۔"[38]"دار عہد کافروں وہ ملک جن کا مسلمانوں کے ساتھ عدم دشمنی کا معاہدہ ہو۔" دار االعہد کو ہی دار االامن، دار السلم، دار الصلح کہا جاتا ہے۔

:2 دار الحرب: وہ علاقہ ہے جہاں مسلمان کثیر یا قلیل تعداد میں ہوں لیکن وہاں جنگ سے نفاذ اسلام یا مسلم حکومت قائم ہو سکتی ہو۔ اس کی اصطلاحی تعریف معجم لغۃ الفقہاء میں یہ ہے:" دار الحرب: بلاد العدو الكافر المحارب. An enemy ' s country"[39]۔" دار حرب، لڑنے والے دشمن کافروں کا ملک۔"

انگریزی حکومت کے قیام کے بعد برصغیر کی عوام کے اذہان میں یہ سوال پیدا ہوئے کہ انگریزی حکومت کے قیام کے بعد ہندوستان کی سیاسی حالت کیا ہے کیا وہ دارالحرب یا یادار الکفر، یہی استفتاء نو آبادیاتی عہد کے تقریبا ہر فتاوی میں موجود ہیں۔

حوالے سے شاہ عبد العزیزؒ دہلوی[40] فتوی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے: شاہ صاحب سے سوال کیا گیا: کیا دار السلام دار الحرب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو شاہ صاحب نے اس س کے جواب میں فرمایا:" معتبر کتب میں اکثر یہی روایات پائی جاتی ہیں کہ جب تین شرطیں پائی جائیں تو دار السلام دارالحرب بن جاتا ہے۔ در المختار میں لکھا ہے کہ:"(لا تصير دار الاسلام دار حرب إلا) بأمور ثلاثة: (بإجراء أحكام أهل الشرك، وباتصالها بدار الحرب، وبأن لا يبقى فيها مسلم أو ذمي آمنا بالامان الاول) على نفسه (ودار الحرب تصير دار الاسلام بإجراء أحكام أهل الاسلام فيها) كجمعة وعيد (وإن بقي فيها كافر أصلي وإن لم تتصل بدار الاسلام)"[41]

ترجمہ: دارالاسلام دار الحرب تین امور کی وجہ سے بنتا ہے: 1: اس میں اہل شرک کے احکام جاری ہوں، 2: وہ دار الحرب سے متصل ہو جائے 3: وہاں کوئی مسلمان یا ذمی پہلے جیسے امن کے ساتھ نہ رہ سکے، اسی طرح دار حرب بھی دار الاسلام بن سکتا ہے اگر اس میں اہل اسلام کے احکام جاری ہو جائیں جیسے عید و جمعہ اگرچہ اس میں کافر اصلی بھی موجود ہوں اور وہ دار الاسلام سے متصل نہ ہو۔

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد شاہ عبد العزیزؒ لکھتے ہیں کہ اس شہر میں مسلمانوں کے امام کا حکم ہر گز جاری نہیں، نصاریٰ کے حکام کا حکم بے دغدغہ جاری ہے، احکام کفر کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ مقدمات انتظام سلطنت اور بندوبست رعایا و تحصیل (خراج باج وعشر) میں حکام خود حاکم ہوں، چوروں کی سزا، رعایا کے باہمی معاملات اور جرموں کی سزا کے مقدمات میں کفار کا حکم جاری ہو، اگرچہ بعض احکام جمعہ و عیدین اور گاؤکشی میں تعرض نہ کریں۔ لیکن یہ معلات بے فائدہ ہیں کیونکہ یہ مسجدوں کو بلا تعامل منہدم کرتے ہیں"[42]

شاہ عبد العزیزؒ کے نزدیک ہندستان دار الحرب ہے لیکن بعض مفتیانِ کرام نے ہندوستان کو دار الحرب قرار نہیں دیا کیونکہ اس پر دار الحرب کی شرائط پوری نہیں اترتیں۔

دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی مولانا عزیز الرحمن عثمانیؒ[43] نے ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں؟ کا درج ذیل جواب دیا ہے:

"ہندوستان کا دار الحرب ہونا مختلف فیہ ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ ہندوستان دار الحرب نہیں اور دار الحرب کی تعریف میں بھی امام ابو حنیفہؒ[44] اور صاحبینؒ[45] کے درمیان اختلاف ہے جو کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔"[46]

امام ابو یوسف[47] اور امام محمدؒ[48] کے نزدیک کسی علاقے کے دارالحرب ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہاں مشرکوں والے احکام ظاہر ہوں اور مشرکین کو وہاں غلبہ حاصل ہو تو وہ دارالحرب بن جاتا ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک دارالحرب اس وقت بنے گا جب احکام مشرکین کے علاوہ مسلمانوں اور ذمیوں کا وہاں رہنا بھی مشکل ہو جائے۔[49]

امام ابو حنیفہؒ کی پہلی دو شرطوں کے مطابق تو ہندوستان دارالحرب ہو سکتا ہے لیکن تیسری شرط ہندوستان کے دار الحرب ہونے کے لیے ناکافی تھی۔ لیکن امام محمد اور امام ابو یوسف کی تعریف کی روشنی میں ہندوستان دار الحرب ہی تھا۔اور اور مالکیہ کا مؤقف بھی دار الحرب کے حوالے سے صاحبین والا ہے۔[50]

مولانا ثناء اللہ امرتسری[51] ؒ ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں کہ:"دارالاسلام وہ ملک ہے جہاں ادائے ارکان اسلام کی آزادی ہو اور حدود شرعیہ جاری ہوں جیسے آجکل حجاز، نجد وغیرہ دار الحرب وہ ہے جس کا بادشاہ غیر مسلم ہو اور اس کی مسلم حکومت سے جنگ ہو، ہندوستان نہ دارالاسلام ہے نہ دار الحرب بلکہ بقول محمد حسین بٹالوی دار السلم ہے۔"[52]

فتاوی ثنائیہ کے فتوی کی روشنی میں ہندوستان دار السلم ہے یعنی ایسا ملک جہاں مسلمان امن سے رہتے ہیں اور انہیں مذہبی شعار کی ادائیگی میں کوئی تکلیف در پیش نہیں۔ مولانا ثناء اللہؒ کا مؤقف تقریبا امام ابو حنیفہؒ والا ہی ہے، اس اختلاف کی صورت میں ہندوستان کے بعض احکام دیگر احکام دارالمسلمین سے مختلف ہو سکتے تھے خاص طور پر خاص طور اسلام کا معاشی نظام تمام دنیا کے تمام معاشی نظاموں سے ممتاز ہے اس لیے نو آبادیاتی نظام کا معاشی مسائل پر اثر بہت زیادہ دکھائی دیتا ہے۔

نو آبادیاتی دور کے برصغیر میں مسئلہ سود

اسی طرح برصغیر کے فتاوی میں دارِ حرب کے معاشی مسائل پر کئی فتاوی موجود ہیں جو مفتیان کرام کے مابین بھی اختلاف کا باعث ہیں۔ ایک سوال جو برصغیر کے فتاوی میں کثرت سے پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا ہندوستان میں غیر مسلم یا نصاریٰ سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس سوال کا تعلق ہندستان کے دار الحرب ہونے یا نہ ہونے سے ہے، اس سلسلے میں فتاوی میں تین قسم کے مؤقف ملتے ہیں:

پہلا مؤقف دار الحرب میں سود لینے اور دینے کے مباح ہونے کا ہے: شاہ عبد العزیز دہلوی کا فتوی ہذا اس مؤقف کی تائید میں ہے، وہ کہتے ہیں: "کتب فقہ کی عبارت عام ہے اور سود دینے اور لینے دونوں کو شامل ہے "لا ربٰی بین المسلم والحربی فی دار الحرب "[53] دار الحرب میں مسلمان اور حربی کافر کے درمیان سود کا معاملہ ناجائز نہیں ہے– آگے لکھتے ہیں کہ کافر حربی سے سود لینا اس لیے جائز ہے کہ کافر حربی کا مال مباح ہے، بشرطیہ کہ کافر حربی کا مال لینے میں عہد شکنی کا احتمال نہ ہو یعنی ایسا معاملہ نہ ہو کہ کافر حربی سے اہل اسلام نے عہد کر لیا ہو کہ وہ اس کا مال ناجائز طریقے سے نہیں لیں گے، اس واسطے کے اگر عام حالات میں کافر حربی کا مال اس کی اجازت کے بغیر لینا ناجائز نہ ہو گا اگر کافر حربی اپنا مال خود بخود سود میں دے تو حرام نہ ہو گا کافر حربی کو سود دینا بھی جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے مال حرام مسلمانوں کو حرام ہے لیکن جو چیز ہمارے یہاں حرام ہیں کافر انہیں خود کھاتے ہیں۔"[54]

دوسرا مؤقف یہ ہے کہ دار لحرب میں سود لینا جائز ہے جب کہ سود دینا ناجائز ہے۔ اس سلسلے میں مولانا کفایت اللہ دہلوی درج ذیل

دو سوالات پوچھے گئے ہیں:

(1)　آجکل بعض علماء فتویٰ دیتے ہیں کہ غیر مسلم اشخاص سے قرضہ کا سود لینا جائز ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(2)　زراعتی تجارتی اور دیگر اقسام کے بینکوں میں جو سود دیا جاتا ہے کیا اس کا لینا جائز ہے؟

مفتی صاحبؒ جواب میں لکھتے ہیں: (67) (1): سود کا لین دین مسلم، غیر مسلم اور غیر محارب سے کرنا ناجائز ہے، جو لوگ ہندوستان کو دار الحرب قرار دیتے ہیں وہ صرف انگریز سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں، ان کے خیال پر عمل کر لینے کی گنجائش بھی ہے، لیکن انگریز کو سود دینا کسی طور پر مباح نہیں۔

(2)　گورنمنٹ کے بینکوں سے سود لینا اس لیے مباح ہے اگر ان سے سود نہ لیا جائے تو وہ عیسائی مشنریوں کو دیے دیتے ہیں جو اسے عیسائیت کی تبلیغ میں استعمال کرتے ہیں۔[55]

ہندوستان میں بینک سے سود لینے کے متعلق جواز کا فتویٰ فتاویٰ ثنائیہ میں بھی دیا گیا ہے اور اس میں بھی آخر میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ گورنمنٹ بینک سے قرض نہیں لینا چاہیے اگر لے لیا تو سود لیا جا سکتا ہے اگر گورنمنٹ بینک سے سود نہیں لیں گے تو وہ یہ سود عیسائی مشنریوں کو دے دے گی جس سے اسلام کو زیادہ نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے اس لیے وہ لوگ جو ہندوستان کی اس صورتحال میں بینکوں سے سود لے لیتے ہیں وہ اس آیت سے مستثنیٰ ہیں۔ وَإِن تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوسُ أَمۡوَٰلِكُمۡ لَا تَظۡلِمُونَ وَلَا تُظۡلَمُونَ[56] (اگر تم سود سے توبہ کر لو تو اصل مال تمہارے ہیں نہ ظلم کرو نہ ظلم کیے جاؤ)۔[57] قرآن پاک کی رو سے سود ایک ظلم ہے لیکن ہندوستان کے بینکوں کا سود ظلم کی وجہ نہیں ہے کیونکہ گورنمنٹ خود ہی سود دیتی ہے اگر نہ لو تو پھر اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے استعمال کرتی ہے جو زیادہ بڑا نقصان ہے۔ ہندوستان کے بینک سے سود کے جواز کے فتویٰ میں مفتیانِ کرام نے مقصدِ سود کو پیش نظر رکھا ہے۔

(3)　تیسرا موقف یہ ہے کہ دارالحرب میں سود لینا اور دینا بالکل جائز نہیں سود کے کبیرہ گناہ ہونے پر نص قطعیہ موجود ہیں: اس موقف کی تائید فتاویٰ ثنائیہ میں سوال وجواب میں یوں مذکور ہے: کفار سے سود لینا اس زمانے میں جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہر گز نہیں اللہ تبارک وتعالی کا قول ہے اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا[58]،[59]

مولانا اشرف علی تھانوی[60] نے امداد الفتاوی[61] میں سود کے بالکل ممنوع ہونے کا موقف اختیار کیا ہے۔ نو آبادیاتی برصغیر میں مسئلہ سود کے بارہ میں آراء کا جائزہ لیا جائے تو درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

1:　دار الحرب کی تعریف میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دارالحرب کے اطلاق کے لیے جن تین شرائط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے ان میں احکام کفار کا بالجبر اطلاق بھی شامل ہے[62] جب کہ صاحبین اور باقی آئمہ کے نزدیک صرف احکام مشرکین کا غالب آنا ہی ہندوستان کے دار الحرب ہونے کے لیے کافی ہے[63]۔ اس لحاظ سے صاحبین اور باقی ائمہ کی تعریف کی رو سے نزدیک ہندوستان دار الحرب ہو گا لیکن امام ابو حنیفہ کی تعریف کی تینوں شرائط ہندوستان میں مکمل نہ ہونے کی وجہ سے ہندوستان دار الحرب نہیں ہو گا۔

2:　امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ نے حربی کافروں کے ساتھ دار الحرب میں سود کے حلت کی دلیل اس حدیث کو بنایا ہے: لا ربا بين اهل

الحرب.[64] اس حدیث پر امام بیھقیؒ[65] نے خود ہی کلام کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ صرف امام ابو حنیفہؒ کا مؤقف ہے انہوں نے اس سے مراد یہ لیا ہے کہ اہل اسلام اہل حرب کے درمیان ربا جائز ہے اور یہ حدیث مرسل بھی ہے جو کہ امام مکحولؒ[66] سے روایت ہے جبکہ امام ابویوسفؒ اور امام اوزاعیؒ[67] اور امام شافعیؒ[68] کا مؤقف دار الحرب میں سود کی حرمت کا ہے:

أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: «الرِّبَا عَلَيْهِ حَرَامٌ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَغَيْرِهَا؛ لِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ» وَضَعَ مِنْ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَا أَدْرَكَهُ الْإِسْلَامُ مِنْ ذَلِكَ، فَكَانَ أَوَّلُ رِبًا وَضَعَهُ رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ «، فَكَيْفَ يَسْتَحِلُّ الْمُسْلِمُ أَكْلَ الرِّبَا فِي قَوْمٍ قَدْ حُرِّمَ عَلَيْهِ دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، وَقَدْ كَانَ الْمُسْلِمُ يُبَايِعُ الْكَافِرَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَسْتَحِلُّ ذَلِكَ»[69]

ترجمہ: ہمیں شافعی نے خبر دی کہ اوزاعی کہتے ہیں: سود اہل حرب کے ساتھ اور اس کے علاوہ کے ساتھ حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسلام آنے کے بعد جاہلیت کے سود کو ختم کر دیا سب سے پہلے عباس بن عبد المطلب کا ربا ختم کیا، تو کیسے کوئی مسلمان کسی ایسی قوم کا سود کھا سکتا ہے جن کا مال اور خون اس پر حرام کیا گیا ہے، مسلمان نبی کریم ﷺ کے عہد میں کافروں سے تجارت کرتے تھے لیکن سود کو حلال نہیں سمجھتے تھے۔

3: جب امام ابو حنیفہؒ کی تعریف دار الحرب ہی ہندوستان پر صادق نہیں آتی تو ان کا فتوی سود دار الحرب بھی ہندستان پر لاگو نہیں ہو سکتا۔

4: سب سے اہم بات یہ ہے کہ سود کی حرمت میں آیت موجود ہے جو مطلق ہے: وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا[70] (اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے) اس طرح حدیث نبوی ﷺ بھی سود کی حرمت پر قطعی دلیل ہے:

عن جابر قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء۔[71]

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سود کھانے والے کھلانے والے کاتب اور گواہ پر لعنت کی ہے اور فرمایا کہ (گناہ میں) سب برابر ہیں۔

5: جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ کفار کا مال مباح ہے چنانچہ جنگ میں ان کا مال ان کی مرضی کے بغیر لیا جا سکتا ہے مذکورہ صورت میں تو وہ اپنی رضامندی سے سود دیتے ہیں بظاہر یہ دلیل قوی ہے لیکن یہ ایک عقلی دلیل ہے جو کہ نص کے مقابلے میں اپنی اہمیت کو کم کر دیتی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ نص قطعی جو مطلق ہے اسے لے کر شک و شبہ والے امور کو ترک کر دیا جائے۔

نو آبادیاتی برصغیر میں مسئلہِ عشر

عشر سے مراد وہ ٹیکس ہے جو دار السلام میں حکومت فصلوں پر وصول کرتی ہے اس کی شرعی تعریف یہ ہے: ما يؤخذ من زكاة الزروع..[72] one – tent، یہ کھیتی کی زکوۃ ہے جو دسواں حصہ لی جاتی ہے۔

عشر دار الاسلام میں واجب ہوتا ہے لیکن دار الحرب نہ عشری ہوتی ہے نہ خراجی یہی تصریح در المختار میں بھی پائی جاتی ہے:

دَارِ الْحَرْبِ فَإِنَّ أَرْضَهَا لَيْسَتْ أَرْضَ خَرَاجٍ أَوْ عُشْرٍ۔[73]

چنانچہ اس حوالے سے فتاوی دار العلوم دیوبند میں شرعی رہنمائی اس دی گئی ہے:(281) وہ زمین جس کی پیدوار سے بمشکل سرکاری محصول ادا ہو سکتا ہے یا بہت معمولی بچت ہوتی ہے اس پر عشر فرض ہے یا نہیں؟ ایسی زمین میں عشر واجب نہیں اور روایت شامی[74] سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں کسی بھی زمین پر عشر واجب نہیں کیونکہ دار الحرب کی زمین کو عشری یا خراجی کچھ بھی شمار نہیں کیا جاتا۔[75]

اس مسئلہ میں دوسرا مؤقف جو فتاوی محمودیہ میں پایا جاتا ہے اس کے برعکس ہے، جو درج ذیل ہے: ہندوستان کی زمینیں خصوصائی آبادی ملتان، منٹگمری وغیرہ کے علاقے کی زمین عشری ہے یا خراجی اس کی صحیح تعریف کے بعد یہ فرمایئے، ان زمینوں کی پیدوار کی زکوۃ کی کیا صورت ہوگی؟ جو زمین اسلامی حکومت کے وقت سے مسلمان کے پاس ہے اور عشری پانی سے سیراب کی جاتی ہے وہ عشری ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی پیدوار میں عشر واجب ہوتا ہے[76]۔ یہی مؤقف امداد الفتاوی میں بھی دکھائی دیتا ہے کہ جو زمین سرکار نے ضبط کرلی اور ملکیت میں لے کر حقیقی مالک کو صرف کاشتکاری کے لیے دی وہ عشری نہیں لیکن اگر ایک عشری زمین صرف انتظام کیلئے لی تو اس کا عشر واجب رہا۔[77]

یہ دونوں موقف ہی برصغیر کے فتاوی میں اختیار کیے گئے ہیں، دراصل اس اختلاف کی بنیاد نو آبادیاتی برصغیر کی شرعی حیثیت کے اختلاف پر مبنی ہے جو اہل علم ہندوستان کی زمین میں وجوبِ عشر کے قائل نہیں وہ دراصل ہندوستان کو دار الحرب قرار دیتے ہیں اور جو ہندوستان کی زمین میں عشر کے قائل ہیں انہوں نے ہندوستان کی زمین کی اقسام بیان کرتے ہوئے عشر کے واجب ہونے اور نہ ہونے کے فتاوی جاری کیے ہیں، ان کے نزدیک جو زمین نصاری کے قبضہ میں رہی بعد میں مسلمان کے پاس آئی اور اسے عشری پانی سے سیراب نہیں کیا جاتا اس پر عشر نہیں اور جو زمین پہلے عشری تھی پھر اگر مسلمان کے پاس آئی تب بھی وہ عشری رہے گی۔ فتاوی محمودیہ[78] میں ہی ایک فتوی میں اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ جو زمین ملک مسلم میں نہ ہو جیسا کہ زمینداری کے بعد سے یہاں کی زمینوں کا حال ہے اس پر عشر واجب نہیں۔

نو آبادیاتی بینک سے متعلقہ مسائل

کاروبار اور رقوم کی ترسیل کے لیے بینک کا نظام اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں مروج و مقبول ہے، یہ وہ ادارہ ہے جو لوگوں کی رقوم جمع کر کے اس سے کاروبار کرتا ہے اور خود بھی منافع حاصل کرتا ہے اور صاحب، سرمایہ کو بھی دیتا ہے اس کے علاوہ لوگوں کی بچت مع کرنے لوگوں کو قرض فراہم کرنے، سونا چاندی محفوظ کرنے اور رہن رکھنے کے کام بینک انجام دیتا ہے۔ دولت کو محفوظ کرنے کا نظریہ کئی دہائیوں پرانا ہے لیکن پرانے ادوار میں آلات و دھات اور فصلیں محفوظ کی جاتی تھیں لیکن روایتی بینکاری کا آغاز سولہویں صدی عیسوی میں اٹلی سے ہوا۔ کاغذی کرنسی سے قبل دولت سونا چاندی کی شکل میں جمع کی جاتی تھی لوگ اسے اپنے پاس نہیں رکھتے تھے بلکہ سناروں کے پاس لے جاتے اور ان کے پاس جمع کروا کر رسیدیں لے لیتے۔

آہستہ آہستہ یہ رسیدیں کاروبار میں استعمال ہونے لگیں لوگ سونا سنار سے نہ نکلواتے بلکہ انہی رسیدوں کو آگے منتقل کر دیتے، بہت کم ہی سونا نکلوانے کی ضرورت پیش آتی، ان تجربات سے سناروں کو معلوم ہوا کہ لوگوں کے سونے کا صرف دسواں حصہ کام لگتا ہے باقی نو حصے بے کار ان کی تجوریوں میں پڑے رہتے ہیں چنانچہ وہ لوگوں کو سونا قرض دیکر سود وصول کرنے لگے اور اصل مالک اس سے بے خبر ہوتے۔ نوبت یہاں تک آگئی کہ لوگ سناروں سے اپنی مالی مشکلات میں قرض لیتے اور اس طرح سنار باقی ماندہ نو فیصد سونے کے بھی مالک بن بیٹھتے۔[79]

جدید بینکاری اسی نظام کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے ،روایتی بینک کی تعارف میں ڈاکٹر محمود احمد غازی[80] لکھتے ہیں: "یہ وہ ادارہ ہے جو قرضوں اور قابل بیع وشراء دستاویزات کا کاروبار کرتا ہے اب چونکہ اس کی یہ تعریف ہے کہ وہ قرضوں کا کاروبار کرتا ہے اور قرضوں کی تجارت کرتا ہے، اس لیے وہ اثاثوں کی تجارت نہیں کر سکتا۔"[81]

برصغیر پاک وہند میں بینکاری برطانوی نو آبادیاتی دور میں شروع ہوئی، دوسری طرف سرکاری نوکریوں اور تنخواہوں کی رقوم اور نوکری کے فنڈ بھی بینک میں ہی جمع ہوتے، نو آبادیاتی بینکاری مکمل طور پر سودی تھی اس حوالہ سے دو مسائل خاص طور پر نمایاں ہوئے جن میں سے ایک کا تعلق بنک ملازمت سے تھا جبکہ دوسرے کا تعلق بینک میں محفوظ کرنسی پر زکوۃ سے تھا۔

(1) بینک میں ملازمت کا مسئلہ

نو آبادیاتی بینکاری ایک سودی نظام تھا چنانچہ بینک ملازمت کے حوالے سے مسلمانوں کے اذہان میں سوالات نے جنم لیا کہ کیا بینک جائز ہے یا نہیں؟ اس سوال کہ جواب میں دو مؤقف سامنے آئے:

پہلا موقف بینک میں ملازمت کے جواز کا ہے: مولانا کفایت اللہ نے بینک میں ملازمت کا کیا حکم ہے؟ کہ جواب میں تحریر فرمایا ہے: "سرکاری بینک میں ملازمت اس حیثیت سے کہ اس میں سود کا کاروبار ہوتا ہے ناجائز نہیں ہے کیونکہ بحالت موجودہ گورنمنٹ برطانیہ محارب اور ہندوستان دار الحرب ہے اور دار الحرب میں سود لینا جائز ہے، لیکن سرکاری بینکوں میں قصدا روپے جمع کرانا یا ان کی امداد کرنا درست نہیں۔"[82]

دوسرا مؤقف اس کے بالکل برعکس ہے جو فتاوی دار العلوم دیوبند میں اختیار کیا گیا ہے: حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے سود کے لینے والے دینے والے اور کاتب وشاہد پر[83] پس جس نوکری میں سود کا حساب کتاب کرنا پڑے اور لکھنا پڑے اس حدیث کی وجہ سے وہ نوکری جائز نہیں اور سود کم دینا پڑے یا زیادہ حرمت میں برابر ہے، اس طرح لینا سود کا کم ہو یا زیادہ مطلقا حرام ہے، ایک حدیث میں ہے ایک درہم سود کا کھانا چھتیس زنا سے زیادہ گناہ ہے۔[84]، [85]

دونوں مفتیان کرام کے مؤقف ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس کی بنیادی وجہ بھی ہندوستان کی شرعی حیثیت میں اختلاف ہے جب کہ اسلام ایسے تمام ذرائع معاش کو ممنوع قرار دیتا ہے جو حلال نہ ہوں۔ دار العلوم دیوبند کا مؤقف یہ ہے کہ مصادر اصلیہ میں سود کی حرمت کی قطعی دلیل موجود ہے اس لیے سودی بینک میں ملازمت جائز نہیں۔ ملک چاہے دار السلام ہو یا دار الحرب سود سے بچنا لازم ہے کیونکہ یہ انتہاء درجے کا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ ذریعہ معاش کا اختیار انسان کا انفرادی فعل ہے اس میں دار الحرب میں بھی جب تک جبر نہ ہو ایسے تما ذرائع معاش سے بچنا واجب ہے جو حرام یا مشتبہ ہوں۔

(2) بینک میں جمع شدہ رقم پر زکوۃ

برصغیر کے نو آبادیاتی عہد کے فتاوی میں ایک مسئلہ بینک میں محفوظ رقم پر زکوۃ کی فرضیت کے حوالے سے زیر بحث آیا ہے، چنانچہ فتاوی دار العلوم دیوبند میں بینک یا ڈاکخانے میں محفوظ رقم پر زکوۃ کا کیا حکم ہے؟ کے سوال کے جواب میں مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ لکھتے ہیں: ان سب صورتوں میں زکوۃ کا یہی حکم ہے کہ بعد وصول ہونے کے گذشتہ تمام سالوں کی زکوۃ ادا کی جائے گی"[86]۔ بالکل یہی مؤقف فتاوی رضویہ میں

بھی پایا جاتا ہے۔ ایک مستفتی نے سوال کیا ہے: علمائے دین و مفتیانِ متین و فضلائے شریعت اس مسئلے میں کہ جو رقم بینک یا ڈاکخانہ میں جمع کرائی جائے اس کی نسبت زکوۃ کا کیا حکم ہے؟ مفتی صاحب جواباً لکھتے ہیں: روپے کہیں جمع ہو کسی کے پاس امانت ہو مطلقاً اس پر زکوۃ واجب ہے۔[87]

ان فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ بینکوں میں جمع شدہ رقم پر اگر سال گذر جائے تو اس پر زکوۃ واجب ہے، گویا فتاوی نے بینک میں موجود کرنسی کو اموالِ زکوۃ میں شمار کرکے ایک نئے درپیش مسئلہ پر عوام الناس کی شرعی رہنمائی کی ذمہ داری ادا کی ہے۔

پراویڈنٹ فنڈ کا مسئلہ

پراویڈنٹ وہ فنڈہ (جی پی فنڈ) ہے جو گورنمنٹ ملازمین کی تنخواہوں سے ہر ماہ کاٹا جاتا ہے اور ریٹائرمنٹ پر یکمشت اضافی رقم کے ساتھ ملتا ہے[88] یہ نظام بھی برصغیر میں انگریز کا متعارف کردہ ہے پاک وہند میں اب بھی رائج ہے اس فنڈ کے متعلق برصغیر کے فتاوی میں کئی فتاوی ملتے ہیں: فتاوی رضویہ میں ایک سوال یہ مذکور ہے کہ کیا ریلوے کے ایک ملازم کی تنخواہ سے کمپنی ہر ماہ رقم کاٹتی ہے جو گورنمنٹ کے پاس جمع ہوتی ہے اور گورنمنٹ اسے کاروبار میں لگاتی ہے کیا اس رقم پر زکوۃ واجب ہے یا اس رقم پر اضافی رقم جو گورنمنٹ ملازم کو ریٹائرمنٹ پر دیتی ہے لینا جائز ہے؟

اس استفتاء پر ایک طویل فتوی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زکوۃ ملازم پر واجب ہے جو ریٹائرمنٹ پر رقم ملنے پر ادا کرے گا اور اگر اضافہ اسے حکومت یا کمپنی خود بخوشی دیتی ہے تو اسے غیر مسلم کا مباح مال سمجھ کر لے لیا جائے گا یہ جائز ہے[89]۔

بعنیہ یہی مؤقف کفایت المفتی میں بھی اختیار کیا گیا ہے کہ پراویڈنٹ فند میں اضافہ سود نہیں اور فنڈ کی زکوۃ فنڈ وصول ہونے کے بعد ادا کی جائے گی پہلے زکوۃ واجب نہیں۔[90]

اسی طرح کا فتوی امداد الفتاوی میں بھی موجود ہے چنانچہ سوال کیا گیا ہے کہ سرکار ملازم کی تنخواہ سے جو رقم ہر ماہ کاٹتی ہے ملازمت ختم ہونے پر اس کے ساتھ اضافی رقم بھی دیتی ہے اس کا کیا حکم ہے کیا ہے؟ اس کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے کہ تنخواہ کا کوئی جزو اس طرح وضع کرادینا جو یکمشت وصول کرلینا اگرچہ اس کے ساتھ سود کے نام سے کوئی رقم ملے جائز ہے، کیونکہ درحقیقت وہ سود نہیں اس تنخواہ کا جزو ہے جو وصول نہیں ہوا پس جو چیز ملازم کی ملکیت میں داخل شدہ چیز کے منتفع ہونے پر نہیں دی گئی اس لیے وہ سود نہیں۔[91]

پراویڈینٹ فنڈ کی زکوۃ میں تمام علماء کا یکساں مؤقف ہے کہ جب یہ فنڈ وصول ہو جائے تو زکوۃ ملازم پر واجب ہو گی۔ اسی طرح پراویڈنٹ فنڈ / جی پی فنڈ پر ملنے والی زائد رقم کے حوالے سے علماء کا یہی مؤقف ہے کہ یہ سود نہیں لیکن امداد الفتاوی میں مبہم الفاظ میں یہ بھی تنبیہ کردی گئی ہے کہ اگر اس سے بچا جاسکے تو بہتر ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ شک وشبہ کی چیزوں کو ترک کردینا بہتر ہے۔[92]

نتائج تحقیق

1 نوآبادیاتی نظام نے برصغیر کے معاشرتی، سیاسی اور معاشی پہلوؤں پر بہت گہرے مرتب کیے خاص طور پر مسلم طرز معیشت اور مغربی طرز معیشت میں واضح خلیج ہونے کی وجہ سے مسلم امت کو خاص طور پر نئے معاشی چیلینجز (challenges) کا سامنا کرنا پڑا۔ برصغیر پاک وہند کے نوآبادیاتی دور کے لکھے گئے فتاوی نے اس نئ نظریاتی کشمکش کو ختم کرنے کے لیے عوام الناس کو دینی رہنمائی فراہم کی۔

2 مسلم حکومت کے زوال و خاتمہ کی بدولت برصغیر کی شرعی حیثیت تبدیل ہو گئی جس نے ریاست کے مالی وسائل کو بھی متاثر کیا، عشر اور خراج کے حوالے سے برصغیر کی مسلم آبادی تشویش کا شکار ہوئی اس صورتحال میں فتاویٰ برصغیر نے ریاستی تناظر میں ان مسائل کا شرعی حل پیش کیا۔

3 نو آبادیاتی معاشی نظام کی بنیاد سود پر تھی اور خاص طور پر سودی بینکوں اور ملازمت کے فنڈز میں سود کی شمولیت مسلمانانِ برصغیر کے لیے ناقابل قبول تھی۔ اس کے حل کے لیے مفتیانِ کرام نے قرآن وسنت اور مصادر فقہ کی رہنمائی سے فتای جاری کیے۔

4 نو آبادیات کے سے چھٹکارا پانے کی کئی دہائیوں کے بعد بھی اس کے اثرات پاک و ہند میں موجود ہیں یہاں تک کہ جو معاشی نظام انگریز برصغیر میں جاری کر گئے وہ آج بھی کسی نہ کسی صورت پاک وہند میں رائج ہے۔ مفتیانِ برصغیر نے معاشی مسائل کے حل کے لیے جو افتاء جاری کیے وہ باوجود ایک آزاد ریاست ہونے کے پاکستان میں بھی اتنے ہی مؤثر ہیں جتنے برصغیر میں تھے۔

5 فتاوی برصغیر جدید مسائل میں کتب فقہ سے مختلف ہیں، معاشرے کی ایک صاف اور واضح تصویر کو سامنے لاتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے باشندے ان مفتیان کرام کی عظیم خدمات کے زیر بار ہیں، کیونکہ فتاوی برصغیر اگرچہ نو آبادیاتی اثرات کو ختم تو نہ کر سکے لیکن کمزور کرنے میں زور کامیاب ہوئے۔

سفارشات

نو آبادی عہد سے آزادی کے بعد بھی پاکستان نو آبادیات کے اثرات سے محفوظ نہیں اس لیے پاک وہند میں برصغیر کے فتاوی کی تدریس کو فروغ دیا جائے۔ برصغیر کے فتاوی کا مطالعہ برصغیر کی تاریخ کو بھی سامنے لاتا ہے نو آبادیات کے معاشرے پر اثرات کے مطالعے کے لیے برصغیر کے فتاوی کی طرف بھی رجوع کیا جائے۔ دور حاضر کے ایسے مسائل جو مسلم امہ میں برصغیر سے آئے ہیں ان کا حل برصغیر کے فتاوی میں تلاش کرنا زیادہ بہتر ہے۔ جن معاملات میں فتاوی میں اختلاف ہے مثلاً غیر مسلم سے سود یا بینکوں کا سود اس کی حلت کی بجائے عوام میں قرآن وسنت کی قطعی ادلہ کے احکام جاری کیے جائیں، بصورت دیگر برصغیر کے خاص ماحول سے قطع نظر عوام سود میں مبتلا ہو سکتی ہے۔

حوالہ جات

[1] https://plato.stanford.edu/entries/colonialism/ 9:00AM,30,1,2020

[2] Ronal J.Harveth ,A definition of Colonialism, Current Anthropology ,The University of Chicago press,vo l 13 no 1,1972 ,p46

[3] Ibid, p46

[4] Gilmartin, Mary (2009). "9: Colonialism/imperialism". Carolyn Gallaher, Carl T Dahlman, Mary Gilmartin, Alison Mountz , Peter Shirlow, Key concept in political geography 9 august 2017,London,page 115

[5] Gilmartin, Mary (2009). "9: Colonialism/imperialism"page115

[6] jamal malik, Encylopedia of Islam and the Muslim World, Richard C Martin editor,Macmillon Refrence,New Yark,vol 1,p152-153

[7] ہمفرے ایک برطانوی جاسوس تھا،1710ء میں اسے انگلستان کے نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت نے مصر، عراق، ایران، حجاز اور استنبول کی جاسوسی پر مامور کیا، یہ سب سے پہلے عثمانی دارالخلافہ استنبول گیا اور کو دکو مسلمان ظاہر کر کے وہاں، عربی ترکی کا علم حاصل کیا جس کا مقصد اسلامی نظریات میں گمراہ کن تبدیلی پیدا کرنا تھا۔ سلطنت عثمانیہ کے عظیم شہروں مصر، نجف، بغداد اور استنبول کے حالات کا جائزہ لے کر خفیہ تدبیروں سے اسلامی سلطنت کو کمزور کرنا، اس کے مقاصد میں شامل تھا۔ ہمفرے ،ہمفرے کے اعترافات، مترجم محمد عرفان توگیری، اکبر بک سیلرز اردو بازار، لاہور، 2005ء۔۔۔۔۔۔ ہمفرے کی یاداشتیں سب سے پہلے جرمنی کے ایک اخبار شپیگل Spiegel میں قسط وار شائع ہوئیں اس کے بعد فرانسیسی اخبار لیوموںڈ Lemonde میں شائع ہوئیں جس کا عربی ترجمہ ایک لبنانی نے کیا، کچھ عرصہ بعد ایک انگریزی ترجمہ "ایک برطانوی جاسوس کے اعترافات اور برطانوی دشمنی(Confessions of a British Spy and British Enmity against Islam کے نام سے ہزمت بکس(Hizmatbooks) نے برطانیہ سے شائع کیا، یہ کتاب استنبول اور ترکی میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

[8] ہمفرے، ہمفرے کے اعترافات، مترجم محمد عرفان توگیری، اکبر بک سیلرز اردو بازار، لاہور، ء2005، ص9

[9] ہمفرے، ہمفرے کے اعترافات، ص9

[10] سلطان محمود غزنوی 361ھ غزنہ میں پیدا ہوا۔ ایک بہادر و باہمت انسان تھا یمین دولہ اس کا لقب تھا، اس کا باپ سبکتگین 387ھ میں فوت ہوا اور اس کے بعد خلیفہ محمود بنا، خلیفہ القادر باللہ نے اسے ایک قیمتی خلعت عطا کیا، محمود غزنوی نے سیستان ہرات فتح کیا پھر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا ہر سال ہندوستان ایک لشکر بھیجتا، اس نے ہندوستان کے کئی علاقے فتح کیے غوری کی حکومت ختم کرنے کے بعد ہندوستان میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی 421ھ میں غزنہ میں ہی فوت ہوا۔۔ خیر الدین الزرکلی (1396ھ)، الاعلام، دارالعم للملایین، بیروت لبنان، طبع خامسہ 2002ء، ج7، ص171

[11] ظہیر الدین بابر 888ھ میں پیدا ہوا اس کا باپ عمر شیخ مرزا فرغانہ کا حکمران تھا اس کے چچا بھی مختلف علاقوں میں حکمران تھے 899ھ میں عمر شیخ کا انتقال ہوا تو بابر 12 سال کی عمر میں فرغانہ کا حکمران بن گیا۔ اپنے دور حکومت میں سمرقند، قندھار اور خراسان فتح کیا۔ 913ھ میں بابر کے ہاں ہمایوں پیدا ہوا، بابر نے ہنودستان پر کئی حملے کر کے ابراہیم لودھی کو شکست دے کر ہندوستان کا حکمران بن گیا، 936 میں بابر کا انتقال ہوا اور اسے کابل میں دفن کیا گیا۔ تاریخ فرشتہ، ج2، ص414-445

[12] اکبر بادشاہ 1605ء میں فوت ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا ہندوستان کی سلطنت پر جہانگیر تخت نشین ہوا۔

[13] اورنگ زیب عالمگیر شاہجہان کا تیسرا بیٹا تھا بہت محنتی لائق اور زیرک تھا، عالگیر نے اپنے دور میں غیر شرعی رسومات و اخلاقی رذائل کی سب برائیوں ختم کرنے کی پوری کوشش کی وہ ایک متشرع بادشاہ تھا، اس نے ایک فتاوی ریاستی ضرورت کے لیے تحریر کروایا، جو فتاوی عالمگیریہ کے نام سے معروف ہے۔ 1707ء میں فوت ہوا۔ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2005ء، ص454

[14] طفیل احمد منگلوری، سید، مسلمانوں کا روشن مستقبل، مطبع علیمی دہلی، طبع پنجم، 1949ء، 150-151

[15] سید نور اللہ، تاریخ تعلیم، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، 1982ء، مقدمہ

[16] ابوالاعلی مودودی 1903ء کو حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی، 1914ء مین مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا، 15 سال کی عمر میں صحافت کے پیشے سے منسلک ہو گئے، اپنی پہلی کتاب 1928ء میں "الجہاد فی الاسلام" کے نام سے تحریر کی، 1941ء میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی، تفسیر تفہیم القراں اور کئی اسلامی کتب کے مصنف ہیں ہر کتاب اپنی جگہ ایک معرکتہ الآراء تصنیف ہے، کئی دفعہ انگریز حکومت کے خلاف آواز اٹھانے کی وجہ سے قید کیے گئے، 22 ستمبر 1979ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔ https://www.nawaiwaqt.com.pk/24-Sep-2016، AM12:22

[17] ابوالاعلیٰ مودودی، تحریک آزادی ہند اور مسلمان، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور پاکستان، 1963ء، 1/46

[18] سیدہ سعدیہ، نو آبادیاتی نظام اور برصغیر پاک وہند میں حکومت برطانیہ کی حکمت عملی و مقاصد، الاضواء, 2016 august29:41، شیخ زید اسلامک سنٹر، یونیورسٹی آف پنجاب، ص140

[19] W, W, Hunter, The Indian Muslims, Sani, H panahawar, California,2015, p88

[20] محمد عرفان تو، ہمفرے کے اعترافات، ص82

[21] استشراق کے لیے انگریزی میں (orientalism) کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور استشراق کا مطلب "شرق شناسی" ہے یعنی مشرق کو جاننا۔ اور مستشرق کے لیے (orientalist) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے اور مستشرق کا مطلب "وہ مؤلف ہیں جو اسلامی تہذیب اور فکر اسلامی کے بارے میں لکھتے ہیں "مالک بن نبی، انتاج المستشرقین واثرہ فی الفکر اسلامی الحدیث، دار الارشاد للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت لبنان، طبع اولی، 1969ء، ص5. اس تعریف کو یوں سمجھا جاسکتا ہے ایک مستشرق وہ ہوتا ہے جو مشرقی علوم بھی حاصل کرتا ہے اور اس پر کتب بھی تحریر کرتا ہے۔

[22] طاہر کامران، ڈاکٹر، کولونیل ازم: نظریہ اور برصغیر پر اس کا اطلاق، سہ ماہی تاریخ، لاہور، فکشن ہاؤس مزنگ روڈ لاہور، شمارہ22، ص41

[23] قادیانیت جس کا بانی غلام احمد قادیانی تھا وہ بھی نو آبادیاتی دور کی پیداوار ہے غلام احمد قادیانی کا بانی نبوت وپیغمبری کا دعوی دار تھا، بہائیت کا بانی مرزا المعروف بہاء اللہ (1892ء) ہے جسے اس کے پیروکار ایک نیا پیغمبر قرار دیتے ہیں، اس فرقہ کے افراد اب بھی پاکستان میں کراچی کے کئی علاقوں میں موجود ہیں۔ خاکساریت کا بانی عنایت المشرقی ہے اس کی کافی کتب اور ایک تفسیر تذکرہ بھی موجود ہے اس نے نیا مذہب تو ایجاد نہیں کیا لیکن خاکساریت کو ایک تحریک قرار دیا جاسکتا ہے جس کے نزدیک تمام عبادت کا مقصد صرف موجودہ حکومت کی اطاعت ہے۔

[24] محمد عرفان تو گیری، ہمفرے کے اعترافات، ناشر ندارد، 2005، ص7، 67

[25] ایضا، ص82

[26] صلیبی جنگیں مسیح مذہبی جنگیں تھیں جنہیں لاطینی کلیسا نے شروع کیا، یہ جنگیں شام وفلسطین کی حدود میں لڑی گئیں جن کا مقصد بیت المقدس پر مسیح قبضہ تھا ان جنگوں کا آغاز 1095ء میں سلجوقیوں کے زوال کے بعد ہوا، فرانسیسی پیٹر جب بیت المقدس کی زیارت کے لیے آیا تو اسے بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ اچھا نہ لگا اور واپس جا کر مسلمانوں کے خلاف فتوی جہاد دیا۔ اس طرح صلیبی جنگوں کا آغاز ہو گیا اور کل آٹھ جنگیں لڑی گئیں جن کا اختتام 1268ء میں ہوا صلاح الدین ایوبی اور نور الدین زنگی جیسے عظیم سپہ سالاروں کے مقابل یہ جنگیں مسیحیوں کے ذلت اور شکست کا باعث بن گئیں۔ اور مسیحیوں کے ہاتھوں سوائے ناکامی کے اور کچھ نہ آیا۔

[27] ہمفرے، ہمفرے کے اعترافات، ص13

[28] سر سید احمد، اسباب بغاوت ہند1857ء، مطبوعہ مصطفائی پریس، لاہور، پاکستان، 1978ء، ص18

[29] طفیل منگوری، مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص142

[30] Nick Robins, The Corporation That Change the World, Pluto press, London ,2nd edition ,2012, p93

[31] Zachary Macaulay, Anti-Slavery Monthly Reporter, volume 1, London society for the mitigation, London, p 319

[32] Gerald M. Meier, Emerging from Poverty: The Economics that Really Matters, oxford University press, New yark ,1984, p124

[33] Nick Robins, The Corporation That Change The World, Pluto press, London, ,p7

[34] مجیب احمد، جنوبی ایشیا کے اردو مجموعہ ہائے فتاوی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، طبع اول، 2011ء، ص37

[35] فتوی کا لفظ "فتی" سے ماخوذ ہے جس کا معنی "حکم بیان کرن" ہے اور شرعی اصطلاح میں فتوی سے مراد "نزدیک کسی بھی شرعی حکم کے لزوم یا اباحت کی خبر دینے کا نام فتوی ہے" القرافی، أحمد بن إدريس, أنوار البروق في أنواء الفروق, عالم الكتب, قاهره, مصر, ج4/ 89 فتوی کا آغاز بعثت نبوی ﷺ کے ساتھ ہو گیا جب صحابہ آپ سے کسی شرعی معاملے میں سوال کرتے تو آپ ﷺ اس میں صحابہ کرام کی شرعی رہنمائی کرتے اور یہ فتوی ہی ہے، ابن قیم جوزیہ نے اپنی کتاب "اعلام الموقعین" میں آپ ﷺ کے 1190 فتاوی ذکر کیے ہیں اسی طرح سید اصغر حسین نے آپ ﷺ کے 120 ایک سو بیس فتاوی "فتاوی محمدی مع شرح دوبندی" کے نام سے جمع کیے ہیں ۔ صحابہ سے بھی فتاوی کا ظہور ہوتا، خلفائے راشدین کے فتاوی کو علامہ خورشید احمد نے چار جلدوں میں جمع کیا ہے اور ہر خلیفہ کی علیحدہ جلد مرتب کی ہے۔ صحابہ کے بعد

تابعین پھر تبع تابعین فتاوی جاری کرنے لگے یہاں تک کہ فقہی مسالک کا ظہور ہوا اور پھر ہر فقہی مسلک کے فتاوی علیحدی علیحدہ تحریر کیے جانے لگے۔ عموما یہ فتاوی مسلم ریاست کے تناظر میں تحریر کیے جاتے تھے، یہاں تک کہ نو آبادیاتی عہد نے مسلم ریاست کی حیثیت کو تبدیل کر دیا۔

[36] محمد رواس قلعجي، حامد صادق قنيبي، معجم لغة الفقهاء، دار النفائس للطباعة والنشر والتوزيع، 1988ء، حرف دال، ج1، ص205

[37] ایضاِ حرف دال، ج1، ص205

[38] ایضا

[39] محمد رواس قلعجي، حامد صادق قنيبي، معجم لغة الفقهاء، ص178

[40] شاہ عبد العزیز شاہ ولی اللہ کے بڑے بیٹے تھے 1746ء میں پیدا ہوئے، سترہ سال کی عمر میں والد کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے، ساٹھ سال تک حدیث کا درس دیا ہندوستان کے اکثر علمائے حدیث کا سلسلہ حدیث آپ کے ذریعے شاہ ولی اللہ تک پہنچتا ہے، ان کی معروف تصانیف "عجالہ نافعہ "تحفہ اثناء عشریہ اور فتاوی عزیزیہ ہیں، 1823ء میں وفات پائی۔ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، پاکستان، 2005ء، ص587-592

[41] الحصكفي الحنفي, محمد بن علي بن محمد الحِصْني المعروف بعلاء الدين (المتوفى: 1088هـ), الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار, عبد المنعم خليل إبراهيم, دار الكتب العلمية, بيروت, الطبعة: الأولى، 1423هـ-2002ء، ص338

[42] عبد العزیز محدث دهلوي، فتاوی عزیزي، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، پاکستان، 1408ھ، ص454

[43] مولانا عزیز الرحمن 1275ء میں پیدا ہوئے، 1284ء میں حفظ کے لیے مدرسہ مین داخل کیے گئے اور 1287ء ت مکمل قرآن حفظ کر لیا، دار العلوم دیوبند میں مولانا یعقوب نانوتوی، سید احمد دہلوی سے کسبِ فیض حاصل کیا اور سند و دستار 1298ء میں مولانا رشید احمد گنگوہی سے حاصل کی، دار العلوم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ یہیں تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے، بعد ازاں میرٹھ چلے گئے، 1309ء میں اپ کو دار العلوم دیوبند میں مفتی و مدرس مقرر کیا گیا، مولانا یعقوب نانوتوی کی نگرانی میں افتاء کا کام شروع کیا چالیس سال کے قریب آپ نے دار العلوم میں افتاء کی خدمات انجام دیں، 1347ھ بمطابق 1928ء کو وفات پائی۔ سید محبوب رضوی، تاریخ دار العلوم دیو بند، المیزان ناشران و تاجران، لاہور پاکستان، 2005ء، ج2، ص45-47

[44] ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت 80ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے، فارسی الاصل تھے آپ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد حماد بن ابو سلیمان (130ھ) سے تعلیم حاصل کی، آپ کا مذہب اہل رائے کے نام سے مشہور ہوا، 150ھ میں وفات پائی۔ صبحی محمصانی، فلسفہ التشریع لاسلامی، ترجمہ محمد احمد رضوی، مجلس ترقی ادب، لاہور پاکستان، 1999ء، ص60-61

[45] امام ابو حنیفہ کے دو شاگرد امام ابو یوسف (182ھ) اور امام محمد بن حسن شیبانی (189ھ) جب کسی قول پر متفق ہوں تو اسے صاحبین کی رائے کہا جاتا ہے۔

[46] عزیز الرحمن عثمانی، فتاوی دار العلوم دیوبند، دار الاشاعت کراچی، 2009ء، ج14، ص475

[47] امام ابو یوسف کا پورا نام یعقوب بن ابراہیم ہے 113ھ میں پیدا ہوئے، امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں لیکن کئی مسائل میں ان سے اختلاف بھی کرتے ہیں، ہارون رشید نے انہیں بغداد میں قاضی القضاء کے عہدے پر فائز کیا، کتاب الخراج ان کی معروف کتاب ہے، 5 ربیع الاول 182ء میں فوت ہوئے۔ محمد بن احمد الذهبي، سیر اعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة، بيروت، 1985ء، 8/538، 5350, عبد الرحمن بن ابي بكر سيوطي, طبقات الحفاظ, دار الكتب العلمية وبيروت, لبنان, طبع اولي, 1403ه, 258

[48] محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی 131ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے، فقہ اور علم اصول کے ماہر ہیں امام ابو حنفیہ کے مذہب کو انہوں نے ہی فروغ دیا، فقہ حنفی کی کتب ظاہر الروایہ کے راوی یہی ہیں اور ہارون رشید نے انہیں امام ابو یوسف کے بعد بغداد میں قاضی مقرر کیا، 189ھ میں رائے میں فوت ہوئے۔ خیر الدین الزرکلی الاعلام، 6/80، سیر اعلام النبلاء، ج9، ص134

[49] السرخسي, محمد بن احمد ابی سھل سرخسی (483ھ)، المبسوط، دار المعرفة، بيروت، لبنان، 1993ء، ج3، ص248

50 ابن رشد جد، محمد بن احمد (520ھ)، المقدمات الممهدات، دار الغرب الاسلامي، بيروت، لبنان، 1988ء، ج2، ص153

51 ثناءاللہ امرتسری1285ھ کو امرتسر میں پیدا ہوئے، مولانا عبد المنان وزیر آبادی اور مولانا نذیر حسین دہلوی سے علم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ مظاہر علوم میں بھی کسب فیض کیا، نہایت بلند پایا مقرر و مناظر تھے قادیانیت اور دیگر مذاہب باطلہ کی تردید میں کئی کتب تحریر کیں کئی مناظرے کیے آپ کو فاتح قادیان کہا جاتا ہے، 1948ء میں فوت ہوئے، محمد اسحاق بھٹی، بزم ارجمندان، مکتبہ قدوسیہ، لاہور پاکستان، 2006ء، ص143-194

52 ثناءاللہ، امرتسری، فتاوی ثنائیہ، مرتب محمد داؤد راز، ادارہ ترجمان السنہ، لاہور پاکستان، 1972ء، 2/360، (اہل حدیث 17 مارچ 1932ء)

53 السرخسی، المبسوط، 14/56

54 عبد العزیز محدث دہلوی، فتاوی عزیزی، ج2، ص581

55 کفایت اللہ، مفتی، کفایت المفتی، دار الاشاعت کراچی، پاکستان، 2001ء، 6/77، الجمعیہ مورخہ 26 نومبر 1926ء

56 البقرۃ، 2:279

57 ثناءاللہ امرتسری، فتاوی ثنائیہ، 2/466-467، حافظ عبد اللہ روپڑی، فتاوی اہل حدیث، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا، پاکستان، 1977ء، ج3، ص79

58 البقرۃ2:275

59 ثناءاللہ امرتسری، فتاوی ثنائیہ، 2/426 (24 دسمبر 1937) فتاوی ثنائی کی جلد دوم کے ص60 پر یہی بحث مفتی صاحب نے مفصل کی ہے

60 مولانا اشرف علی تھانوی 1280ھ میں تھانہ بھونہ انڈیا میں پیدا ہوئے ابتدائی عربی وفارسی کی کتب تھانہ بھونہ میں ہی پڑھیں اس کے بعد 1295ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ 1299ء میں دار العلوم سے فارغ التحصیل ہوئے، خانقاہ تھانہ بھونہ میں بھی درس دیتے رہے مولانا امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ و مجاز تھے آپ کی تصانیف کی تعداد کثیر ہے، 1362ھ میں فوت ہوئے۔ سید محبوب رضوی، تاریخ دار العلوم دیوبند، ج2، ص51-54

61 اشرف علی تھانوی، امداد الفتاوی، حاشیہ شبیر احمد قاسمی، زکریا بک ڈپو یوپی، ہند، 2010ء، ج6، ص606

62 الحصكفي، الدر المختار شرح تنویر الأبصار وجامع البحار، ص338

63 السرخسی، المبسوط، 3/248

64 البيهقي، احمد بن الحسين بن علي (458ھ) معرفة السنن والآثار، دار الوفاء المنصورة، القاهرة، 1991ء، باب. بيع الدرهم بالدرهمين في ارض الحرب، 18169

65 أحمد بن الحسين بن علي بن موسى ابو بکر بیہقی کے نام سے معروف ہیں 384ھ میں پیدا ہوئے، صاحب تصانیف ہیں "سنن البیہقی" اور "شعب الایمان" ان کی معروف کتب ہیں حدیث میں ثقہ و متقن ہیں، 458ھ میں بیہق میں فوت ہوئے۔ جلال الدین سیوطی، تذکرۃ الحفاظ، 3/220، شمس الدین الذہبی، سیر اعلام النبلاء، 18/163

66 مکحول بن ابی مسلم شامی اپنے دور کے حفاظ حدیث میں سے ہیں کابل میں پیدا ہوئے طلب حدیث کے لیے عراق اور مدینہ کا سفر کیا، فتاوی میں بہت ماہر تھے عجمی تھے ، 112ھ میں فوت ہوئے۔ خیر الدین الزرکلی، الاعلام، ج7، ص284

67 عبد الرحمن بن عمرو المعروف الاوزاعی 88ھ میں پیدا ہوئے، اہل شام کے امام ہیں، آپ کو قضاء کا منصب پیش کیا گیا مگر اپ نے انکار کر دیا، حکم بن ہشام کے زمانے میں آپ کے فتاوی اندلس میں رائج تھے، 157ھ میں بیروت میں فوت ہوئے۔ خیر الدین الزرکلی، الاعلام، 3/320، جلال الدین السیوطی، طبقات الحفاظ، 85/168

68 محمد بن ادریس شافعی 150ھ میں غزہ فلسطین میں پیدا ہوئے اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک ہیں، دو سال کی عمر میں والدہ کے ساتھ مکہ تشریف لائے دوبار بغداد بھی تشریف لے گئے پھر مصر کی طرف سفر کیا وہیں قاہرہ میں 204ھ میں فوت ہوئے۔ خیر الدین الزرکلی، الاعلام، 6/26

69 ابو بکر بیہقي، معرفة السنن والاثار، 18167

70 البقرۃ2:275

71 مسلم، مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، کتاب الرباء، باب لعن اکل الربا وموکلہ، ح1598

72 محمد رواس قلعجي، حامد صادق قنيبي، معجم لغة الفقهاء، دار النفائس للطباعة والنشر والتوزيع، عمان، الطبعة: الثانية، 1408ھ-1988ء، 312

73 ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي, رد المحتار على الدر المختار, دار الفكر, بيروت, لبنان, طبع ثانية, 1412ه, 1992ء، ج2، ص320

74 ایضا، ج3، ص302

75 عزیز الرحمن عثمانی، فتاوی دار العلوم دیوبند، کتاب الزکوۃ، ج6، ص123

76 محمود حسن گنگوہی، فتاوی محمودیہ، مکتبہ محمودیہ، یوپی ہند، 2009ء، ج14، ص333

77 اشرف علی تھانوی، امداد الفتاوی، ج4، ص67

78 محمود حسن گنگوہی، فتاوی محمودیہ، ج14، ص30

79 ابو الاعلیٰ مودودی، سود، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، پاکستان، 1997ء، ص94

80 ڈاکٹر محمود احمد غازی 1950ء درس نظامی جامعہ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے کیا اس کے بعد 1972ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی کیا اور وہیں سے پی ایچ ڈی بھی کی، 1981-1987 تک مجلہ الدراسات اسلامیہ کے مدیر رہے 984ء میں تحقیقی مجلہ "فکر و نظر" کی ادارت بھی آپ کو ملی، آپ دعوہ اکیڈیمی اور شریعہ اکیڈیمی کے مدیر بھی رہے، 1994ء سے 2004ء تک بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے صدر رہے، اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے 2010ء میں فوت ہوئے، محاضرات کے نام سے آپ کی چھ کتب بہت مشہور ہیں۔ علی اصغر چشتی، ڈاکٹر، پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی شخصیت وخدمات، معارف اسلامی، 2011ء

81 محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضراتِ معیشت وتجارت، الفیصل ناشران وتاجران لاہور، پاکستان، 2010ء، 406ص

82 کفایت اللہ، کفایت المفتی، 8/67 (المستفتی محمد یوسف تھانوی اجمیری دروازہ دہلی مورخہ 17 رمضان المبارک 1347ھ)

83 مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ، ح4177

84 احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، مؤسسة قرطبة، قاهره، مصر، ح22007

85 عزیز الرحمن عثمانی، فتاوی دار العلوم دیوبند، 14/491 (فتوی کا سن 1343ھ یا 1344ھ تحریر ہے)

86 عزیز الرحمن عثمانی، فتاوی دار العلوم دیوبند، 6/101 (سوال نمبر 203 تا 206 تک اس قسم کے سوالات موجود ہیں)

87 احمد رضا خان بریلوی، فتاوی رضویہ، 10/141 (یہ سوال مسئلہ جلد دہم کہ مسئلہ نمبر 135 کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے فتاوی کی تاریخ تحریر 21 ربیع الاول 1323ھ ہے)

88 کفایت اللہ، کفایت المفتی، 8/98

89 احمد رضا خان بریلوی، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور پاکستان 1996ء، 10/157 (یہ فتوی فاتوی رضویہ کی جلد نمبر دس میں مسئلہ 56 کے نام سے مذکور ہے، مستفتی آر نعمت حسین، دار پور بریلی، سال 15 ربیع الاول 133ھ)

90 کفایت اللہ، مفتی، کفایت المفتی، 8/98 (مستفتی نمبر 2595 احمد علی مدرس عربی گوجرانوالہ، سال 24 اپریل 1940ء) مسئلہ نمر 111

91 اشرف علی تھانوی، امداد الفتاوی، ج6، ص597

92 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، بیت الافکار الدولیۃ، ریاض، 1998ء، کتاب التفسیر، باب التفسیر المتشبهات، ح2051، نسائی، احمد بن شعیب النسائی، سنن النسائی، بیت الافکار الدولیۃ، ، ریاض، 1998 کتاب الاشربۃ، الحث علی ترک الشبهات، ح5711